پریس کی آزادی کے مختلف نظریات کے تناظر میں مقبوضہ کشمیر میں آزادی صحافت کی صورتحال اوراس پر بی بی سی (ڈاٹ کام اردو) کی تنقیدی کوریج کا ایک جائزہ

ڈاکٹر نوید اقبال

ABSTRACT

The freedom of speech and expression is of paramount importance and the Press is undoubtedly the most powerful watchdog of public interest. A free press stands as one of the great interpreters between the Government and the people.
Government measures, against the media in Kashmir, show that there is no freedom of press in Kashmir. In Kashmir, Journalists and their organisations also complain that they do not have freedom of press. A Bbc.com (Urdu web site) coverage related to this has been presented to take an overview of the fact that how much freedom of press have been given by Indian state, in Kashmir. The result of this research shows that, in Kashmir, Indian state is following "Authoritarian theory" of press.

Keywords::Press of freedom,Kashmir,BBC.

پریس کی آزادی سے متعلق دنیا میں بہت سے نظریات منظر عام پر آ چکے ہیں۔ان نظریات میں مقتدرانہ نظریہ، آزاد روی کا نظریہ اور سوویت کمیونسٹ نظریہ وغیرہ شامل ہیں۔مقتدرانہ نظریے کے مطابق ابلاغی ادارے حکومتی معاملات میں تنقید اور مداخلت کا حق نہیں رکھتے بلکہ ان کا فرض ہے کہ وہ مقتدر طبقہ کے طے کردہ ریاست کے مقاصد اور ہدف کے حصول کے لیے ان کی مدد کریں۔یہ نظریہ سولہویں، سترہویں اور اٹھارویں صدی میں رائج رہا جس کے تحت اخبارات، جرائد اور کتابوں پر بھی سنسر لگایا گیا، آزادی پریس کو قائم نہ ہونے دیا گیا۔مثلاً 1690 میں بوسٹن سے نکلنے والے اخبار پبلک اکیورینسز کو اس کی پہلی ہی اشاعت کے بعد بند کر دیا گیا۔انگلستان میں کتاب کی اشاعت کے لیے بھی دربار شاہی سے اجازت درکار ہوتی تھی۔(زبیری، 2014، ص20)

مقتدرانہ نظریے کے ردعمل کے طور پر ایک نیا نظریہ سامنے آیا جس کو 'آزاد روی' کا نام دیا گیا۔یہ نظریہ جان ملٹن اور دیگر لوگوں کے نظریات پھیلنے کے سبب وجود میں آیا۔اس نظریے کے مطابق ریاست کو اپنی مداخلت کم سے کم کر دینی چاہیے، لوگوں کو اظہار خیال کی آزادی دینی چاہیے، لوگ اپنی بھلائی اور بہتری کے لیے درست فیصلے کر سکتے ہیں، لوگوں کو آگاہ کرنے کا ذریعہ پریس ہے لہٰذا اس پر کنٹرول نہیں ہونا چاہیے۔ یوں اس نظریے کی مقبولیت اور قبولیت کے بعد ذرائع ابلاغ کو آزادی مل گئی۔(Schramm,1981)

ذرائع ابلاغ کا ایک اور نظریہ 'سوویت کمیونسٹ' اس وقت سامنے آیا جب 1917 میں انقلاب روس آیا۔یہ نظریہ کافی حد تک 'مقتدرانہ' نظریے سے ملتا جلتا تھا۔اس نظریے کے مطابق پریس بھی ریاست کے دیگر محکموں کی طرح ہوتا ہے لہٰذا اس کو بھی دیگر محکموں کی طرح حکومتی پالیسوں کے تحت کام کرنا چاہیے۔ پریس کو آزادی ہے لیکن طبقاتی استحصال وغیرہ کے خاتمے کی جدوجہد کے لیے، اسی طرح پریس کے لیے لازمی نہیں کہ وہ خبروں کے کسی موضوع کو اچھالے یا مقامی خبروں کو ترجیحاً نمایاں کر کے شائع کرے۔۔(زبیری، 2014، ص 21)

دورِ حاضر میں تمام ریاستوں کا یہ دعویٰ ہوتا ہے کہ ان کے ہاں ذرائع ابلاغ مکمل طور پر آزاد ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ یہ دعویٰ کس حد تک درست ہے؟ بھارتی ریاست کا بھی یہی دعویٰ ہے لیکن ورلڈ پریس فریڈم کی انڈیکس 2015 میں بھارت 136 ویں نمبر پر نظر آتا ہے۔(India Today, 2015) بھارت کا 1950 کا آئین شق نمبر 13 اور 19 کے تحت پریس کی آزادی کا اظہار کرتا ہے۔(Sures, 2012, p-viii)

گاندھی اور جواہر لال نہرو کا بھی نظریہ تھا کہ جمہوریت کے لیے پریس کی آزادی اہم ترین ہے(Ibid, p-91) تاہم اس کے باوجود حقیقت حال کچھ اور ہی نظر آتی ہے، ناقدین کا کہنا ہے کہ کشمیر میں پریس کو دبانے کے لیے تمام اصولوں اور قوانین کو بالائے طاق رکھ دیا گیا ہے۔(Sumera, 2012) پریس کی آزادی کے سلسلے سے 2015 میں دنیا بھر میں بھارت کے 136 ویں نمبر پر آنے کے بعد بھی حالات و واقعات ظاہر کرتے ہیں کہ بھارت نے پریس کی آزادی کے لیے کچھ خاطر خواہ اقدامات نہیں کیے اور پریس کی آزادی کو بڑھانے کی کوشش نہیں کی۔ یہ بات کس حد تک درست ہے، اس حقیقت کو جاننے کے لیے بھارت کے زیر انتظام کشمیر میں میڈیا کو دی جانے والی آزادی کا ایک جائزہ یہاں لیا جا رہا ہے جو برطانوی نشریاتی ادارے 'بی بی سی ڈاٹ کام اردو' کی کوریج کے تناظر میں ہے۔

'بی بی سی ڈاٹ کام اردو' پر دستیاب مواد سے ظاہر ہوتا ہے کہ جولائی 2016 میں جب آٹھ روز سے جاری مکمل محاصرے کے دوران بھارت کے زیر انتظام کشمیر میں چالیس سے زائد افراد ہلاک اور ڈیڑھ ہزار افراد زخمی ہو گئے تو یہ وقت مقبوضہ کشمیر کے ذرائع ابلاغ کے لیے بھی سخت ترین ثابت ہوا۔ پولیس نے سرینگر سے شائع ہونے والے تمام بڑے اخبارات کے دفاتر پر چھاپا مار کر اخبارات کو ضبط اور چھاپا خانوں کو مقفل کر دیا۔ اس دوران کیبل ٹی وی نشریات کو بھی معطل کر دیا، اردو روزنامہ کشمیر عظمٰی کی پچاس ہزار کاپیاں ضبط کر لیں اور چھاپا خانے کو سیل کر دیا اور گریٹر کشمیر کی چھپائی روک دی۔ انگریزی روزنامے رائزنگ کشمیر، کشمیر آبزرور، کشمیر مانیٹر اور دوسرے معتبر اخبارات کے دفاتر پر بھی پولیس نے چھاپے مار کر ان کی اشاعت روک دی، کیبل ٹی وی کی نشریات بھی بند کر دی گئی۔(ریاض، 2016) محکمہ اطلاعات کے سابق سربراہ فاروق رینزو کا کہنا تھا کہ میڈیا، ٹیلی فون سروس اور ٹی وی چینلوں کی نشریات کو معطل کرنے کا مطلب ہے کہ کشمیر میں

ایمرجنسی نافذ تھی۔ آئین میں اس سب سے یہ مطلب لیا جاتا ہے کہ یہ ایمرجنسی ہے لیکن حکومت نے ایمرجنسی کا اعلان نہیں کیا تھا۔ موبائل فون اور انٹرنیٹ پر پہلے ہی پابندی تھی اور وادی بھر میں سخت ترین کرفیو نافذ تھا۔ (ایضاً)

بی بی سی کے صحافی "کشمیر میں اخبارات اور ٹی وی پر بھی قدغن" کے عنوان سے لکھتے ہیں کہ "کشمیر میں قلم کاغذ یا کیمرہ اُٹھانا اس قدر خطرناک کبھی نہ تھا۔ گذشتہ چھ روز سے مسلح کمانڈر برہان وانی کی پولیس کے ہاتھوں ہلاکت پر پوری وادی سراپا احتجاج ہے۔ اس دوران نصف درجن فوٹو جرنلسٹ مشتعل مظاہرین کے غصے اور فورسز کی ہراسانی کا شکار ہوئے۔ میں اب تک دو بار جان کی امان پا کر ہسپتال سے لوٹا ہوں، پولیس اور انڈین میڈیا سے ناراض عوام کے بیچ کشمیر کا صحافی آگے کھائی پیچھے شیر والی صورتحال میں گرفتار ہے۔ میں نے ایک وزیر سے پوچھا: 'انٹرنیٹ پر پابندی عائد کرنے سے افواہوں کو فروغ ملتا ہے۔ انہوں نے نہایت بے التفاتی سے بتایا: 'افواہ تو تشدد سے بہتر ہے۔ بہرحال، بالواسطہ سرکاری پابندیوں اور انڈین میڈیا کی تیزی سے کم ہوتی جا رہی عوامی اعتباریت کے دوران کشمیر میں صحافت ایک خطرناک مگر بہت ناگزیر کام ہے۔ (ریاض، 2016، کشمیر میں صحافت: خطرناک مگر ناگزیر کام)

پریس پر دباؤ کی صورتحال ماضی میں بھی کچھ مختلف نہ تھی اسی دباؤ کا تسلسل آگے تک پہنچا ہے، اس ضمن میں معروف صحافی ریاض مسرور 2010 کے واقعات بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں، "نو جولائی 2010 کو حالات خراب تھے۔ مکمل کرفیو اور ہڑتال۔ زخمی ہسپتالوں میں پڑے تھے، اور ہلاکتوں میں اضافہ ہو رہا تھا۔ کرفیو پاس جاری کرنے کے لئے حکومت نے صحافیوں کو محکمہ اطلاعات میں طلب کیا تھا۔ میں گھر سے نکلا ہی تھا کہ نیم فوجی اہلکاروں نے مجھ پر لاٹھیوں سے حملہ کیا۔ میں چلاتا رہا کہ میں میڈیا سے ہوں، لیکن مجھے لگا جتنی بار میں نے جرنلسٹ یا میڈیا پکارا اتنی ہی بار زیادہ شدت سے بانس کا ڈنڈا مجھ پر برسا۔ میرا بازو فریکچر ہوگیا اور کمر کی حالت قابل رحم ہوگئی۔" (ایضاً)

مذکورہ بالا صورتحال سے ظاہر ہوتا ہے کہ بھارت کے زیرانتظام کشمیر میں جب تشدد اور احتجاج کے

واقعات ہوتے ہیں تو ریاست کی جانب سے پریس کی آزادی کو نہ صرف مزید دبا دیا جاتا ہے بلکہ اطلاع فراہم کرنے والے تمام ہی ذرائع پر سخت ترین پابندی عائد کر دی جاتی ہے اور جو ذرائع ابلاغ یا ان سے منسلک صحافی اس صورتحال میں عوام تک حالات کے بارے میں آگاہی فراہم کرنا چاہتے ہیں ان سے سختی کے ساتھ نمٹا جاتا ہے اور تشدد کرنے سے بھی گریز نہیں کیا جاتا۔ یوں پریس کے مختلف نظریات کے تناظر میں جائزہ لیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ریاست کی جانب سے کوئی صحافتی نظریہ ہے تو وہ 'مقتدرانہ' نظریہ ہے نیز اس پر عملدرآمد کرنے کے لیے ریاستی تشدد کا استعمال بھی بے دریغ کیا جاتا ہے تا کہ دوسروں کو سبق سکھا کر اس نظریے پر عمل کرایا جا سکے۔

کشمیر میں جب کوئی ایسا واقعہ ہوتا ہے جس کے ردعمل میں عوامی احتجاج ہو تو ان احتجاج کی خبروں کو دبانے کی ہر ممکن کوشش کی جاتی ہے۔ افضل گورو کی پھانسی کے موقع پر بھی یہی کچھ دیکھنے میں آیا۔ بی بی سی کے مطابق اخبار رائزنگ کشمیر کے مدیر شجاعت بخاری کہتے ہیں کہ "جب کشمیری علیحدگی پسند افضل گورو کو بھارتی پارلیمان پر سنہ 2001 میں حملے کی پاداش میں سنہ 2013 میں پھانسی دی گئی تو پریس اور اسٹینڈ سے ہمارے اخبار کی کاپیاں ضبط کر لی گئیں۔ مجھے یاد ہے کہ میرا اخبار چار دنوں تک بند رہا تھا جبکہ سنہ 2010 کے مظاہروں کے دوران دس دنوں تک بند رہا تھا۔ اس بار معروف جنگجو برہان وانی کی ہلاکت کے بعد پر تشدد واقعات میں ابھی تک 40 سے زیادہ افراد ہلاک ہو چکے ہیں اور 1800 سے زیادہ افراد زخمی ہوئے ہیں۔ کرفیو نافذ ہے اور موبائل اور انٹرنیٹ پر بھی قدغن ہے۔ اس سے قبل بھی معلومات پر روک حکومت کی 'حکمت عملی' تھی اور وہی منظر پھر آنکھوں کے سامنے ہے۔ کیبل ٹی وی بند ہے، حکومت کے ٹیلیفون سروس کے علاوہ تمام ٹیلیفون سروسز کو بند کر دیا گیا ہے، انگریزی، اردو اور کشمیری میں شائع ہونے والے تقریباً 70 اخبارات کو سرکاری طور پر چند دنوں کے لیے اشاعت بند کرنے کے لیے کہا گیا ہے۔ صرف چند براڈ بینڈ کنکشن کے سبب ہم دنیا کے باقی حصوں کے ساتھ رابطے میں ہیں۔ ہمارے لیے یہ پابندیاں نئی نہیں ہیں۔ سنہ 1990 کے اوائل میں مسلح بغاوت کے پھیلنے کے بعد سے علاقے میں میڈیا کو تلوار کی دھار پر چلنا پڑا ہے اور یہ علاقہ عملی طور پر دنیا کا سب سے زیادہ فوج والا علاقہ ہے۔" (بخاری، 2016)

کشمیر میں آزاد صحافت ہی نہیں، صحافیوں کی زندگیاں بھی محفوظ نہیں ہیں اس ضمن میں بی بی سی ڈاٹ کام اردو پر مختلف صحافیوں کے خیالات پیش کیے گئے، ایک صحافی کا کہنا ہے کہ

"حکام نے پہلے بھی سنہ 2008 اور 2010 میں انڈیا کے خلاف مظاہروں کے دوران ہمیں اپنی اشاعت روکنے پر مجبور کر دیا تھا۔

اس وقت سے اب تک 13 صحافی ہلاک ہو چکے ہیں اور مقامی صحافیوں کے لیے جان کا خطرہ، دھمکیاں، زدوکوب، گرفتاریاں، پابندیاں زندگی کا حصہ رہی ہیں۔صحافیوں کو سکیورٹی فورسز اور جنگجو دونوں جانب سے برابر نشانہ بنایا گیا ہے۔جب کوئی مقامی صحافی سکیورٹی فورسز کے مظالم کی رپورٹ کرتا ہے تو اسے 'ملک مخالف' کہا جاتا ہے۔اور اگر وہ جنگجوؤں یا علیحدگی پسندوں کی خرابی کو اجاگر کرتا ہے تو اسے 'تحریک مخالف' یا 'حکومت نواز' کہا جاتا ہے۔" (ایضاً)

آزادی صحافت کو محدود کرنے کے لیے یہاں حکومت اخبارات کے اشتہارات بھی روکنے کا حربہ استعمال کرتی ہے۔(ایضاً) کشمیر میں پریس کی آزادی کے ساتھ آزادی اظہار رائے اور جاننے کے حق کو بھی بری طرح مجروح کیا جاتا ہے، پریس پر پابندی پر پڑنے والے دباؤ سے نکلنے کے لیے جب حکومت کی جانب سے پریس پر سختی میں کمی کی جاتی ہے تو دوسری طرف عوام کو دیگر ذرائع سے خبریں حاصل کرنے کے راستے بند ہی رکھے جاتے ہیں۔اس ضمن میں بی بی سی کی کوریج میں کئی ثبوت ملتے ہیں، مثلاً جولائی 2016 میں دس روز سے جاری ہنگاموں میں 2000 کے قریب عام کشمیری شہری اور 1600 سکیورٹی اہلکاروں کے زخمی ہونے کے بعد کشمیر میں حکام نے اخبارات کی اشاعت پر عائد پابندی کو اٹھا لیا مگر کشمیر کے بعض علاقوں میں موبائل فون اور انٹرنیٹ تک رسائی بدستور معطل تھی۔حکومت کی جانب سے اخبارات کی اشاعت پر پابندی کا خاتمہ کرنے کے اعلان کے باوجود اخبارات کے مدیران نے کہا کہ حکومت کی جانب سے آزادی صحافت کی تحریری ضمانت دیے جانے تک اخبارات کی اشاعت شروع نہیں ہوگی۔(بی بی سی، 2016)

بی بی سی ڈاٹ کام اردو کی خبروں اور تجزیوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ کشمیر میں آزادی صحافت کی کوئی

حیثیت نظر نہیں آتی ، پابندیوں کے لیے اعلیٰ اتھارٹی سے بات کرنے کی ضرورت بھی محسوس نہیں کی جاتی۔ کشمیر کی حکومت کے سیاسی مشیر امیتابھ متو یہ پابندیاں وزیر اعلیٰ کے علم میں لائے بغیر بھی کروا دیتے ہیں اور اس کا انھیں کوئی افسوس بھی نہیں ہوتا ۔(ایضاً) برطانوی اخبار دی گارڈین میں چھپنے والی ایک خبر کے مطابق کشمیر میں سکیورٹی فورسز کے ہاتھوں ایک اہم علیحدگی پسند رہنما برہان وانی کی ہلاکت کے بعد فیس بک نے درجنوں پوسٹس اور یوزرا کاؤنٹس سیز کیے گئے ۔کشمیر میں ماہرِ تعلیم، صحافی اور مقامی اخبارات کے وہ تمام صفحات ڈیلیٹ کر دیے گئے جہاں حالیہ واقعات سے متعلق تصاویر اور ویڈیوز لگائی گئی تھیں ۔دی گارڈین کے مطابق کشمیری کہتے ہیں کہ فیس بک پر سینسر شپ نے معلومات پر پابندی کو بڑھاوا دیا ہے ۔(ایضاً)

دنیا بھر میں پریس کے بعد سوشل میڈیا سے لوگ با آسانی اطلاعات حاصل کر لیتے ہیں اور کشمیر بھی کر لیتے ہیں مگر "بی بی سی ڈاٹ کام اردو پر کشمیر سنسر شپ، فیس بک پر کڑی تنقید" کے عنوان سے مختلف لوگوں کے پیش کیے گئے خیالات سے پتا چلتا ہے کہ بھارتی ریاست نے کشمیریوں سے یہ حق چھین لینا بھی معمول بنا لیا ہے۔ کشمیری بلاگر اور پی ایچ ڈی کے طالب علم زرگر یاسر نے بتایا کہ 'کوئی اخبارات نہیں ہیں اور ہمارے پاس صرف دو ٹی وی چینل ہی آتے ہیں ۔انھوں نے کہا کہ جب انھوں نے وانی کے متعلق ایک بلاگ پوسٹ کو لنک کیا تو ان کا اکاؤنٹ ایک ہفتہ سے زیادہ عرصے کے لیے بلاک کر دیا گیا اور کچھ پوسٹس ہٹا دی گئیں ۔جب کوئی خبر نہیں ملتی تو ہم عموماً معلومات کے لیے سوشل میڈیا کا رخ کرتے ہیں ۔اس طرح کم از کم ہم ایک دوسرے سے بات کر سکتے ہیں، ہم اپنے دوستوں اور خاندانوں سے ان کا احوال پوچھ سکتے ہیں ۔لیکن فیس بک نے میرا اکاؤنٹ معطل کیا ہے تو میں اب ایسا کیسے کر سکتا ہوں؟ ۔(فیس بک، بی بی سی، 2016)

کشمیر مانیٹر کے لیے لکھنے والے صحافی مبشر بخاری کہتے ہیں 'جب میں کل کام پر آیا، میں نے دیکھا کہ فیس بک نے وہ ویڈیو ہٹا دی تھی جو ہم نے لگائی تھی ۔اس ویڈیو میں علیحدگی پسند رہنما سید علی شاہ گیلانی کو برہان وانی کی موت کی مذمت کرتے ہوئے دکھایا گیا تھا ۔اس سے پہلے ہمارے فیس بک کے صفحے پر سے کبھی کوئی چیز نہیں اتاری گئی تھی ۔(ایضاً) رضوان واجد کا اکاؤنٹ اس وقت بلاک کر دیا گیا جب انھوں نے برہان وانی کی تصویر کو اپنی پروفائل تصویر بنایا ۔وہ کہتے ہیں کہ فیس بک کا یہ عمل 'اسلاموفوبیا' یا اسلام مخالف جیسا

ہے۔مسلمانوں کو ہی کیوں بلاک کیا جاتا ہے؟ بھارتی فوج کے مظالم کی حمایت کر کے فیس بک یکطرفہ دکھائی دے رہی ہے۔دوسرے لوگ جو چاہے کہہ سکتے ہیں لیکن جب مسلمان کچھ کہیں تو ہمیں بلاک کر دیا جاتا ہے۔ یہ نارمل نہیں ہے۔'

ایسا ہی کچھ کیلیفورنیا میں کشمیری طالبہ ہما ڈار کے ساتھ ہوا۔جیسے ہی انھوں نے گذشتہ اتوار روانی کے جنازے کی تصاویر لگائیں تو بغیر کسی وارننگ کے ان کے پروفائل کو ڈیلیٹ کر دیا گیا۔(بی بی سی، 2016)

کشمیر میں ایک مسئلہ اور بھی ہے کہ جہاں ریاست پریس پر دباؤ رکھتی ہے کہ وہ عوام تک حقائق نہ پہنچا سکیں وہیں دیگر میڈیا عوام تک حقائق نہ پہنچا کر صحافتی اصولوں کی خلاف ورزی کر رہا ہے جس سے عوام کو حقائق جاننے میں شدید دشواری کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔انڈیا میں سینئیر صحافی راجدیپ سردیسائی نے کہا ہے کہ دہلی سے چلنے والے ٹی وی چینل کشمیر کے زمینی حقائق کی عکاسی نہیں کر سکتے کئی چینلوں نے خود کو قوم پرستی اور حب الوطنی کے پرچم میں لپیٹ رکھا ہے۔(راجدیپ، 2016)

بی بی سی نے "ٹی وی چینلز کشمیر کے زمینی حقائق کی عکاسی نہیں کرتے" کے عنوان سے مختلف صحافیوں کے خیالات کو اپنے پڑھنے والوں کے لیے پیش کیا جس میں شکوہ کیا گیا کہ جولائی 2016 میں کشمیر میں کئی روز تک کئی بڑے اخبارات شائع نہیں ہوئے۔مدیران کا دعویٰ تھا کہ ان کے پریس اور دفاتر پر چھاپے مارے گئے اور ملازمین کو ہراساں کیا گیا جبکہ حکومت کا کہنا تھا کہ اس نے اخبارات کی اشاعت پر کوئی پابندی عائد نہیں کی ہے۔حکومت کی جانب سے اس مبینہ کارروائی کے خلاف دہلی کے پریس کلب میں صحافیوں نے احتجاج کیا۔احتجاج کے بعد صحافیوں سے خطاب کرتے ہوئے راجدیپ سردیسائی نے کہا کہ'دہلی میں بعض ٹی وی چینلوں نے خود کو حب الوطنی اور قوم پرستی کے پرچم میں لپیٹ رکھا ہے،ان کا خیال ہے کہ تمام کشمیری مجرم ہیں کیونکہ ان کے خیال میں وہ کسی نہ کسی طرح دہشت گردی سے جڑے ہوئے ہیں،اور یہ انتہائی افسوس ناک بات ہے۔میڈیا کے نمائندوں کو کشمیر جا کر وہاں کے عوام کو یہ سمجھانے کی کوشش کرنی چاہیے کہ بعض ٹی وی چینلوں پر وہ جو بحث مباحثہ دیکھتے ہیں وہ پورے میڈیا کے خیالات کی عکاسی نہیں کرتے۔"(راجدیپ، 2016)

راجد یپ سردیسائی کا کہنا ہے کہ اس پورے معاملے میں وزیر اعلیٰ محبوبہ مفتی کا کردار بہت پر اسرار ہے اور وادی میں اخباروں پر بغیر کوئی وجہ بتائے پابندی لگائی جا رہی ہے۔ کشمیر میں اس وقت مسئلہ کمیونیکیشن کی کمی کا ہے۔(راجد یپ، 2016)۔پریس کلب کے چیئرمین اور سینیئر صحافی راہل جلالی کہتے ہیں کہ "جو کشمیر میں ہو رہا ہے اس کی جھلک باقی ملک میں بھی نظر آ رہی ہے۔'یہ بدترین قسم کی سنسرشپ ہے۔"(بی بی سی، "2016ٹی وی چینلز کشمیر کے زمینی حقائق کی عکاسی نہیں کرتے")

بی بی سی ڈاٹ کام پر صحافی حلیم لکھتے ہیں کہ پریس پر دباؤ کی وجہ سے صورتحال اس قدر خراب تر ہو گئی کہ میڈیا اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرنے سے پیچھے ہٹنے لگا۔احتجاج میں شامل ریٹائرڈ جسٹس راجندر سچر کا کہنا تھا کہ پریس کو اپنی ذمہ داری سے پیچھے نہیں ہٹنا چاہیے، میڈیا پر بھلے ہی بڑی کمپنیوں کا کنٹرول ہو لیکن رپورٹنگ نہیں رکنی چاہیے۔(حلیم سہیل، 2016) خود صحافیوں کے ایک حلقے کا خیال ہے کہ بعض ٹی وی چینل اپنی ذمہ داری نبھانے میں پیچھے رہ گئے ہیں۔(حلیم سہیل، 2016)

مذکورہ صحافی مزید لکھتے ہیں کہ "ارنب ٹائمز ناؤ کے ایڈیٹر اور اینکر ہیں۔ہر رات ٹی وی پر گونجتے ہیں:دی نیشن ڈیمانڈز ٹو نو!(ملک یا قوم اس سوال کا جواب چاہتی ہے)وہ اپنے چینل پر کسی کو نہیں بخشتے، انھوں نے کہا 'میڈیا کا یہ حلقہ جموں و کشمیر میں تعینات بھارتی فوج کو بدنام کر رہا ہے۔یہ لوگ کشمیریوں کی آواز اٹھانے کے نام پر پاکستان کے موقف کی حمایت کرتے ہیں، یہاں انڈیا میں بیٹھ کر پاکستان کی حمایت کرتے ہیں، وہ اصل انڈین میڈیا نہیں ہیں، وہ پاکستان کی حمایت کر رہے ہیں، براہ راست یا بالواسطہ طور پر آئی ایس آئی کی حمایت کر رہے ہیں، اور حافظ سعید کی حمایت کر رہے ہیں۔(حلیم سہیل، 2016)

انڈین میڈیا دو واضح کیمپوں میں تقسیم ہے۔ایک طرف ٹائمز ناؤ جیسے چینل ہیں جو پاکستان سے سختی سے نمٹنے کی وکالت کرتے ہیں۔تجزیہ نگار انھیں 'قوم پرست چینلوں' کے زمرے میں شامل کرتے ہیں۔دوسری جانب این ڈی ٹی وی جیسے چینل ہیں جنھیں 'لبرل' کیمپ میں رکھا جاتا ہے۔جب سے کشمیر میں حزب المجاہدین کے کمانڈر برہان وانی کی ہلاکت کے بعد مظاہروں کا سلسلہ شروع ہوا ہے، ان کے درمیان یہ نظریاتی فرق اور

زیادہ واضح ہو گیا ہے۔(حلیم سہیل، 2016)

ٹائمز ناؤ اور باقی ٹی وی چینلوں کے درمیان ٹی آر پی کی جنگ نئی نہیں ہے۔ٹائمز ناؤ کافی آگے ہے اور دونوں ایک دوسرے کو اپنے اشتہارات کے ذریعے نشانہ بناتے رہتے ہیں۔لیکن یہ شاید پہلی مرتبہ ہے کہ میڈیا کے ایک حلقے کے خلاف ایک سینیئر صحافی نے اتنی سخت زبان استعمال کی ہے۔"۔(حلیم سہیل، 2016)

این ڈی ٹی وی سے وابستہ صحافی برکھا دت نے اپنے فیس بک پیج پر ارنب کو جواب دیتے ہوئے لکھا 'ٹائمز ناؤ میڈیا کی آواز دبانے اور صحافیوں کے خلاف کارروائی کا مطالبہ کر رہا ہے، یہ آدمی صحافی ہے؟ مجھے شرم آتی ہے کہ ہمارا پیشہ ایک ہے۔(حلیم سہیل، 2016)

بی بی سی کی کشمیر میں آزادی پریس کو دبانے کے معاملے پر کی گئی کوریج کی تصدیق دیگر ذرائع ابلاغ سے بھی ہوتی ہے۔(دی عرب نیوز، 2016:)

یوں اس تمام تر تجزیے کے بعد یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ بھارت نے کشمیر میں پریس کو قطعی آزادی نہیں دی ہے اور بی بی سی کے مذکورہ بالا خبری حقائق ظاہر کرتے ہیں کہ یہاں نظریاتی اعتبار سے پریس کا واحد نظریہ "مقتدرانہ نظریہ "ہی عملاً نافذ ہے نیز پریس کے آزادی کے ساتھ ساتھ آزادی اظہار رائے کا بین الاقوامی حق بھی یہاں کے لوگوں کو نہیں دیا گیا اور سوشل میڈیا پر بھی کھل کر قدغن لگائی گئی ہے۔یوں کہا جا سکتا ہے کہ کشمیر میں پریس اور لوگوں کو کسی قسم کی پریس اور آزادی اظہار رائے کی آزادی بھی حاصل نہیں۔

حوالہ جات:

☆ بخاری شجاعت، (2016)، آخری تاریخ مطالعہ، جولائی، 18، 2016،

https://www.bbc.com/urdu/regional/2016/07/160718_kashmir_paper_shut_down_mb

☆ بی بی سی، (2016)، آخری تاریخ مطالعہ، جولائی، 20، 2016،

https://www.bbc.com/urdu/regional/2016/07/160720_kashmir_newspapers_ban_ra

☆ بی بی سی، (2016)، ٹی وی چینلز کشمیر کے زمینی حقائق کی عکاسی نہیں کرتے، آخری تاریخ مطالعہ، جولائی، 22، 2016،

https://www.bbc.com/urdu/regional/2016/07/160720_kashmir_press_ban_protest_zz

☆ راجد یپ، (2016)، آخری تاریخ مطالعہ، جولائی، 20، 2016،

https://www.bbc.com/urdu/regional/2016/07/160720_kashmir_press_ban_protest_zz

☆ ریاض مسرور، (2016)، کشمیر میں اخبارات اور ٹی وی پر بھی قدغن، آخری تاریخ مطالعہ، جولائی، 15، 2016،

https://www.bbc.com/urdu/regional/2016/07/160715_kashmir_india_violence_media_hk

☆ ریاض مسرور، (2016)، کشمیر میں صحافت: خطرناک مگر ناگزیر کام، آخری تاریخ مطالعہ، جولائی، 15، 2016،

https://www.bbc.com/urdu/regional/2016/07/160715_kashmir_india_violence_media_hk

☆ حلیم سہیل، (2016)، آخری تاریخ مطالعہ، جولائی، 22، 2016،

https://www.bbc.com/urdu/regional/2016/07/160720_kashmir_press_ban_protest_zz

☆ زبیری، ڈاکٹر نثار احمد (2004)، ابلاغ عامہ: افکار و نظریات، لاہور: سنگ میل پبلیشر، لاہور

☆ فیس بک، بی بی سی (2016)، آخری تاریخ مطالعہ، جولائی، 20، 2016،

https://www.bbc.com/urdu/regional/2016/07/160720_kashmir_ facebook_as

India Today, (2015), Retrieved , January 22, 2015, from

https://www.indiatoday.in/education-today/gk-current-affairs/story/i
ndia-at-136-in-world-press-freedom-index-2015-240186-2015-02-13

Schramm, (1984), Four Theories of the Press, University of llinois Press

Sumera B. Reshi, (2014), Restrictions on the Indian Press and the Freedom of Expression, Retrieved , January22, 2014, from
http://kashmirwatch.com/restrictions-on-the-indian-press-and-the-freedom-of-expression/ April 12, 2012,

Suresh K. Sharma, (2006), Press In India, Dehli: Vista international publishing house

The News Arab, (2016), Retrieved , July 15, 2016, from
https://www.alaraby.co.uk/english/indepth/2016/11/15/india-hits-kashmirs-
independent-media-where-it-hurtsJulay20